

## اعتدال و توازن

میں نے شعبان المعظم کی پندرہویں شب کے بارے میں متوازن انداز میں دو کالم لکھے اور ان میں یہ ثابت کیا کہ اس شب کی فضیلت کسی نہ کسی درجے میں احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اس سلسلے میں مسلک الحمدیہ کے ممتاز عالم شیخ عبدالرحمن مبارک پوری اور مسلک دیوبند کے ممتاز عالم علامہ مفتی محمد شفیع صاحب کے حوالہ جات درج کیے ہیں۔ میں نے اپنے ہم مسلک حضرات کو بھی متوجہ کیا کہ توازن و اعتدال کو قائم رکھیں، نقلی عبادات پر فرائض کی قضا کو ترجیح دیں اور اپنے اکابر سے اس کے حوالہ جات دیے ہیں۔ ہمارے ہاں اعتدال و توازن اور تحمل و بردباری کا درس تو بہت دیا جاتا ہے، لیکن یہ گوہر مقصود تقریری مقابلوں یا تحریری مضامین سے ہرگز حاصل نہیں ہوگا، بلکہ عملی مثالوں سے حاصل ہوگا۔ بعض حضرات ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر سال میلاد النبی ﷺ اور شب براءت کے موقع پر بدعت کی یاد دہانی کرائی جائے، جب ایک درجے میں فضیلت ثابت ہے اور آپ اپنا امتیاز بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو ازراہ کرم یہ کہہ دیں کہ اعتدال میں رہیں۔ محدثین اور فقہائے کرام کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف احادیث معتبر ہوتی ہیں، قرآن کی نصوص صریحہ قطعہ اور احادیث صحیحہ کا مطالبہ حسب مراتب عقائد، فرائض اور واجبات و سنن کے لیے کیا جانا چاہیے۔ اصول یہ ہے کہ جس درجے کا دعویٰ ہو، اُسی درجے کی دلیل طلب کی جائے، اگر دعویٰ فضائل اعمال کا ہے یا فضائل شب کا ہے، تو اس کے لیے ضعیف احادیث بھی کافی ہیں۔ اسی طرح میں نے میلاد النبی ﷺ پر جو مضامین لکھے ہیں، ان میں میں نے اس حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا ہے:

”حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کی بابت پوچھا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن میری بعثت (اعلان نبوت) ہوئی یا مجھ پر (پہلی بار) وحی نازل ہوئی، (صحیح مسلم: 2745)۔“

علامہ وحید الزماں نے اس کی شرح میں لکھا: ”اس حدیث (یعنی رسول اللہ ﷺ کا پیر کا روزہ رکھنے) سے ایک جماعت علماء نے آپ کی ولادت کی خوشی یعنی مجلس میلاد کرنے کا جواز ثابت کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اگر اس مجلس میں آپ کی ولادت کے مقاصد، دنیا کی رہنمائی کے لیے آپ کی ضرورت اور امور رسالت کی حقیقت کو بالکل صحیح طریقہ پر اس لیے بیان کیا جائے کہ لوگوں میں اس حقیقت کا چرچا ہو اور سننے والے یہ ارادہ کر سکیں کہ ہم اپنی زندگیاں اُسوۂ رسول کے مطابق گزاریں اور ایسی مجالس میں کوئی بدعت نہ ہو، تو مبارک ہیں ایسی مجالس اور حق کے طالب ہیں ان میں حصہ لینے والے، بہر حال یہ ضرور ہے کہ یہ مجالس عہد صحابہ میں نہ تھیں، (لغات الحدیث،

جلد: 3، ص: 119)۔ اس کو میں علمی دیانت سے تعبیر کروں گا کہ جتنا حدیث سے ثابت ہے، اُسے انہوں نے تسلیم کیا، بدعت کا فتویٰ نہیں لگایا، مجالس میلاد میں مقاصد ولادت نبوت، ضرورت نبوت اور امور رسالت کو احسن طریقے سے بیان کرنے کا مشورہ دیا تاکہ ان امور کا چرچا ہو اور لوگ اسوہ رسول کی اتباع کریں، اس سے کسے اختلاف ہو سکتا ہے۔

اسی طرح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مسئلہ بزرگ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کا موقف باحوالہ لکھا تھا:

”اور مشرب (مسلک) فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں، (فیصلہ ہفت مسئلہ: 05)۔۔۔ وہ مزید لکھتے ہیں: ”ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں، تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد دہاتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ قیام کے وقت تولد کا اعتقاد نہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کیا جاوے، مضائقہ (حرج) نہیں، کیونکہ عالم غلط مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجافرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔۔۔ وہ مزید لکھتے ہیں: ”مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے؟، البتہ جویا دیتا ہوں لوگوں نے اختراع کی ہیں، نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا، ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔۔۔ وہ مزید لکھتے ہیں: ”اگر کسی عمل میں غیر مشروع عوارض (ناجائز خارجی امور) لاحق ہوں، تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اصل عمل کا انکار کر دیا جائے، ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے، جیسے قیام مولد شریف، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر کوئی شخص تعظیماً قیام کرتا ہے، تو اس میں کیا خرابی ہے؟، جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر سردار عالم و عالیاں (زوجہ فدا) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا، (شائع امدادیہ: 47، 50، 68)۔“

اسی طرح میں نے شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کی تصنیف ”مختصر سیرۃ الرسول“ کے حوالے سے لکھا تھا:

”ثویبہ ابولہب کی باندی تھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، تو اس نے اپنے آقا کو پیچھے کی ولادت کی خوشخبری سنائی، اس خوشی میں ابولہب نے انگلی کے اشارے سے اُسے آزاد کر دیا، بعد میں ثویبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا۔ ابولہب کی وفات کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟، اس نے بتایا: تم سے جدا ہونے کے بعد غدا اب میں مبتلا ہوں، مگر ہر پیر کے دن انگلی سے ٹھنڈک ملتی ہے۔ پس مقام غور ہے کہ جب ابولہب جیسے دشمن رسول کا فرکو ولادت محمد بن عبداللہ کی خوشی منانے پر جہنم میں راحت مل سکتی ہے، تو ایک مسلمان کو محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر بے پایاں اجر کیوں نہیں ملے گا؟ یہ عبارت کا خلاصہ ہے۔“ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے بھی قدرے اختصار کے ساتھ اسی واقعہ کو بیان کیا ہے، (صحیح بخاری: 5101)۔“

الغرض اگر دور یوں کو قریبوں میں تبدیل کرنا اور فاصلوں کو سمٹانا مقصود ہے، تو اعتدال اور تحتمل کے موضوع پر خوبصورت تقریریں کرنے، مضامین لکھنے اور ٹیلی ویژن پر دل نواز مباحثے کرنے سے کام نہیں چلے گا، بلکہ عمل سے ثابت کرنا ہوگا اور اختلاف کو دودھ میں رکھنا ہوگا۔ صریح کفر کے ارتکاب کے قطعی ثبوت کے بغیر مسلمانوں کو اسلام سے خارج کرنے سے بہتر غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”اللہ کی قسم! تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ کسی ایک (خوش نصیب) کو ہدایت نصیب فرمائے، یہ (سعادت) سرخ اونٹوں کے (قیمتی) ربوڑ سے بہتر ہے، (صحیح البخاری: 3009)۔“ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتال سے پہلے



دعوتِ اسلام پیش کرنے کا حکم فرمایا۔

اسی طرح بدعت کی کوئی مستفقہ تعریف کرنا ہوگی، یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر کوئی من پسند تعریف کرے اور دوسرے پر اس کا اطلاق کرے، کیونکہ عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد فروغ دین کے لیے بہت سے امور اختیار کیے گئے ہیں، جو آپ ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تھے، لیکن دین کی عظیم تر حکمت کے تحت انہیں پوری امت نے قبول کیا: ”جیسے مصحف کی صورت میں ایک لغت پر قرآن کی تدوین، مصحفِ مقدس میں سورتوں کے نام، قرآن کریم پر اعراب لگانا، رموز و اوقاف، رکوع نمبر لگانا، تیس پاروں میں تقسیم اور ان کے نام رکھنا، تجوید و قرأت کے اصول، احادیث مبارکہ کی تدوین اور ان کی ثقاہت کو قائم رکھنے کے لیے معاون علوم، دینی مدارس و جامعات کا قیام، عالی شان مساجد، ان کے مینار اور گنبد، مطاف اور مسجی کی توسیع و تعمیر، حدود و مٹی سے باہر حجاج کا قیام، منی میں سرکاری دفاتر اور اسپتال کا قیام، ختم بخاری، تقسیم اسناد و دستار فضیلت کے جلسے، مقابلہ حسنِ قرأت، رمضان میں شبیوں کا اہتمام، مقررہ تاریخوں اور مقامات پر دعوتی و تبلیغی اجتماعات، میلاد النبی ﷺ و سیرت النبی ﷺ کے اجتماعات، دینی اداروں اور دینی تحریکات کے لیے سلور جوبلی، گولڈن جوبلی، پلاٹینم جوبلی اور ڈائمنڈ جوبلی یعنی پچیس سالہ، پچاس سالہ، پچتر سالہ اور صد سالہ جشن کی تقریبات کا انعقاد، دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لیے سہ روزہ، ہفت روزہ، چالیس روزہ اور اس سے زائد مدت کے لیے قافلوں اور جماعتوں کی تشکیل، الغرض بے شمار ایسے امور ہیں جن پر سب کے ہاں کسی اعتراض کے بغیر عمل ہو رہا ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام دنیاوی مقاصد کے لیے ہیں۔ یہ سب کام دینی مقاصد اور حصولِ اجر کی نیت سے ہوتے ہیں، ان کے لیے عوام سے مالی وسائل بھی طلب کیے جاتے ہیں، اگر یہ دینی مقاصد کی خاطر نہیں ہیں تو ان پر انسانی اور مالی وسائل کا خرچ اسراف کے زمرے میں آئے گا۔

نیز اسلام کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ثبوت و شواہد کے بغیر بدگمانی نہ کی جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے مومنو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، (الحجرات: 12) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(بد) گمانی سے بچو، بے شک (بد) گمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، (صحیح البخاری: 5143)۔“ اہل اللہ کا قول ہے: ”مومنوں کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔“

تمام مکاتب فکر کے مدارس میں علمِ معانی پڑھایا جاتا ہے، اس میں ایک بحثِ اسنادِ حقیقی اور اسنادِ مجازی کی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں دونوں طرح کی اسناد استعمال کی گئی ہیں۔ اس کو سمجھانے کے لیے درسیات کی کتاب ”مختصر المعانی“ میں ایک مثال دی گئی ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے: ”موسم بہار نے سبزہ اگایا۔“ اس میں اگانے (انبات) کی نسبت موسمِ بہار کی طرف کی گئی ہے، علامہ تفتازانی نے لکھا ہے: اگر مومن یہ کلمہ کہے تو توحید ہوگی، کیونکہ اُس کا مومن ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حقیقی سبزہ اگانے والا اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور موسمِ بہار کی طرف نسبت مجازی ہے، لیکن اگر یہی کلمہ کوئی کافر کہے تو یہ کفر ہوگا، کیونکہ اس کا کفر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ موسمِ بہار ہی کو حقیقت میں اگانے والا یا نباتات کو حیات دینے والا سمجھتا ہے۔ تو عاجز اندہ سوال ہے کہ شرک و بدعت کے فتوے لگاتے وقت اس حسن ظن سے کام کیوں نہیں لیا جاتا۔ البتہ جہاں کفر صریح ہو، جس کی کوئی تاویل نہ کی جاسکتی ہو، تو اس کا حکم بیان ہونا چاہیے، ہمارے علماء نے لکھا: اگر کسی کلمہ کفر کی سوتاویلات و توجیہات ہوں اور ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو، تو مفتی پر واجب ہے کہ مسلمان کو کفر سے بچانے کے لیے بر سبیل تنزیل اس ایک تاویلِ اسلام کو ترجیح دے۔

